قرآن مجید کا رسمِ عثمانی کے مطابق ہونا لازم ہے

رشید احمد فریدی
مدرسہ مفتاح العلوم تراج

''القرآن'' جس کلام الٰہی کو کہا جاتا ہے اہلِ علم جانتے ہیں کہ وہ نظم (لفظ) اور (معنی) کے مجموعہ کا نام ہے، نظم اصل ہے، معنی اس کے تابع ہے، نظم ہی وہ شئے ہے جس کی قطعیت پر خود ''القرآن'' بذاتہ قطعی دلیل اور شاہد ہے اور اس پر اہلِ اسلام کا اجماع متوارث ہے۔ ''**لا یأتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه تنزیل من حکیم حمید**'' (قرآن) اور نظم ہی فصاحت و بلاغت کے اس اعلیٰ معیار کا حامل ہے کہ عرب اہل لسان بھی اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز و قاصر ہیں اور **ذلك الکتاب لاریب فیه** کے ساتھ **ولن تَفْعَلُوْا** کی مہر ثبت ہے۔

یہ نظمِ قرآن اپنے نزول میں ترتیل اور اختلافِ قراءت کا بھی حامل ہے اور باعتبار کتابت مخصوص طرزِ خط سے متصف ہے گویا قرآن پاک اپنے ظاہر نظم میں تین چیزوں سے آراستہ ہے:
(۱) عربیت (۲) اختلافِ قراءت (۳) رسم خط المصحف۔

(۱) قرآن کریم خالص عربی زبان میں نازل ہوا ہے، **إنا أنزلنٰه قرانًا عربيًا، بلسان عربی مبین**، وغیرہ آیات شاہدِ عدل ہیں اور ہر لکھا پڑھا اس حقیقت کو تسلیم کرتا ہے؛ بلکہ تمام خواندہ اقوام کے نزدیک بھی معلوم اور مسلم ہے، پس قرآن مجید کا عربیت کے مطابق ہونا اولین شرط ہے اور چونکہ قرآن کلامِ الٰہی ہونے کی وجہ سے تمام بلغائے عرب کے معیاری کلام سے بھی فوقیت رکھتا ہے؛ اس لیے وہ قواعدِ عربیت سے کلی مطابقت بھی رکھتا ہے، وہ یہ کہ اگر کسی مقام پر جمہور ائمہ عربیت کے قواعد سے موافقت نظر نہ آئے تو وہاں خود قرآن ہی بالا دست ہے۔

(۲) چونکہ قرآنِ پاک کا نزول ترتیل کے ساتھ ہوا ہے اور قرأتِ متواترہ و مشہورہ بھی رسول اکرم

ﷺ سے بہ طریقِ تواتر منقول ہونے کی وجہ سے یقینی ہے، اگرچہ حدیث أُنْزِلَ الْقُرْآنُ عَلیٰ سَبْعَةِ أَحْرُفٍ میں ''سبعہ احرف'' کی مراد میں متعدد اقوال ہیں، راجح قول کے مطابق وہ سات وجوہ مراد ہیں، جن پر دس قرار، تیں مبنی ہیں اور یہ متواتر بھی ہیں، اس پر اہلِ فن کا اتفاق ہے اس میں ذرہ برابر بھی کسی کو تردد یا انکار نہیں ہے، پس قرأتِ متواترہ ومشہورہ میں سے کسی ایک کا انکار موجبِ فسق ہے اور مفضی الی الکفر بھی ہوسکتا ہے اور مصاحفِ عثمانیہ قراراتِ مختلفہ مشہورہ کے حامل تھے، اس پر بھی ائمۂ رسم وقرارت کا اتفاق ہے؛ لہٰذا کسی قرأت کے قرآن ہونے کے لیے رسول اللہ ﷺ سے منقول متواتر قرأتوں میں سے کسی ایک کے مطابق ہونا بھی شرط ہے۔

(۳) اور باعتبارِ کتابت، قرآن کریم کا رسم (ضابطۂ خط مصاحف عثمانیہ) کے مطابق ہونا بھی شرط ہے؛ اس لیے کہ ادا وتلفظ اور اختلافِ قرأت جس طرح توقیفی وسماعی ہے، اسی طرح ''ذلك الكتٰب لا ريب فيه'' میں ''الكتٰب'' کی کتابت بھی توقیفی وسماعی ہے؛ اس لیے کہ آیات وکلماتِ قرآنیہ کو نزول کے بعد متصلًا ارشادِ نبوی کے مطابق لغتِ قریش کے طرزِ کتابت میں ضبط کرلیا جاتا تھا اور لغتِ قریش افصح لغات العرب ہونے کی وجہ سے اس کا اسلوب احسن واشمل اور اوفق تھا، اسی وجہ سے خلیفۂ راشد حضرت عثمان غنیؓ نے کاتبینِ مصحف کو ہدایت دیتے ہوئے حکم فرمایا: اِذَا اخْتَلَفْتُمْ أَنْتُمْ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ فِى شيء لك القرآن فَاكْتُبُوْهُ بِلُغَةِ قُرَيْشٍ فَإِنَّ الْقُرْآنَ نَزَلَ بِلِسَانِهِمْ نیز مصاحفِ عثمانیہ کا مرجع مصحفِ صدیقی ہے، جو عرضۂ اخیرہ کے مطابق لکھا گیا ہے اور عرضۂ اخیرہ لوحِ محفوظ کے مطابق واقع ہوا ہے تَرْتِيْبُ السُّوَرِ هٰكَذا هُوَ عِنْدَ اللّٰهِ فِي اللَّوْحِ الْمَحْفُوظِ عَلیٰ هٰذا التَّرْتِيْبِ وَعَلَيْهِ كَانَ يُعْرَضُ علی النَّبِیِّ ﷺ كُلَّ سَنَةٍ مَا كَانَ يَجْتَمِعُ عِنْدَهُ مِنْهُ وَعُرِضَ عَلَيْهِ فِى السَّنَةِ الَّتِي تُوُفِّيَ فِيْهَا مَرَّتَيْنِ (فتح الباری: ۹/۵۲) اور مصحف صدیقی کو جن صحائف سے نقل کرکے جمع ومرتب کیا گیا وہ نوشتہ لغتِ قریش کے مطابق ہی لکھا گیا اور یہ نسخہ مکمل قرآنِ پاک کا اولین سرکاری دستاویزی نسخہ تھا۔ اَلصَّحَابَةُ أَجْمَعُوا مِنَ الدَّفَّتَيْنِ الْقُرْآنَ الَّذِي أَنْزَلَ اللّٰهُ عَلیٰ رَسُوْلِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ زَادُوْا أَوْ نَقَصُوا مِنْهُ شَيْئًا فَكَتَبُوْهُ كَمَا سَمِعُوْهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنْ غَيْرِ أَنْ قَدَّمُوْا شَيْئًا أَوْ أَخَّرُوْا أَوْ وَضَعُوْا لَهٗ تَرْتِيْبًا لَمْ يَأْخُذُوْا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ [البيان في علوم القرآن، ص: ٢٧٤]۔ پھر اس کے مطابق چار؛ بلکہ سات نقول تیار کی گئیں تو ان میں اسلوب وطریقِ کتابت وہی رکھا گیا، جس کا التزام واعتنا خلیفہ اوّلؓ نے فرمایا تھا اور اسی طریقۂ خط پر صحابہ وتابعینِ عظام کا اجماع ہوگیا؛ کیونکہ اگر لغتِ قریش (رسم المصحف)

کا خصوصی اہتمام نہ کیا جاتا تو امت یہود ونصاریٰ کی طرح وحیِ الٰہی سے محروم ہوجاتی، پس باعتبارِ کتابت مصحف شریف کے قرآن ہونے کے لیے مصحفِ عثمانی کے مطابق ہونا شرط قرار پایا، جس کو رسمِ عثمانی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ حاصل یہ کہ جس طرح مصحف شریف میں آیتوں اور سورتوں کا جمع وترتیب توقیفی وسماعی ہے، اسی طرح اس کا طرزِ خط وضابطۂ کتابت بھی توقیفی واجماعی ہے۔

اور چونکہ قرآنِ کریم کے قرآن ہونے کے لیے مذکورہ تینوں شرطوں کا ہونا علمائے اسلام اور اہلِ فن کے نزدیک متفق علیہ اور اجماعی ہے اور اجماع کے بعد بعض اہلِ علم کا ان میں سے کسی شرط کو بدرجۂ شرط تسلیم نہ کرنا، اجماع میں مضر نہیں ہے، جیسا کہ قاضی ابوبکر باقلانیؒ نے اپنی کتاب ''الانتصار'' میں اس شرط اور تقیید کو تسلیم نہیں کیا ہے وہ خرقِ اجماع ہے جو ساقط الاعتبار ہے، جیسا کہ متعدد مسائل اجماعیہ میں کسی خاص اہلِ علم کا اختلاف قابل اعتنا نہیں رہا۔ نیز جاننا چاہیے کہ ان تینوں امور کا ہونا اس وقت سے ہے، جب سے صحابۂ کرامؓ نے قرآنِ پاک رسولِ اکرم ﷺ سے بالمشافہ حاصل کیا ہے اور جس زمانہ میں مصاحفِ عثمانیہ لکھے گئے اور مختلف امصار میں بھیجے گئے۔ مذکورہ شرائطِ ثلثہ کا ذکر صرف اتنا ہی نہیں کہ اس کو امام جزریؒ نے بیان کیا ہے؛ بلکہ ان سے پہلے ائمۂ فن علامہ سخاوی، زرکشی، ابن حجرؒ نے اور ان سے پہلے محمد مکی بن طالب، علامہ دانی اور ابوبکر بن الانباریؒ نے اور ان سے بھی پہلے علومِ قرآنیہ کے سب سے پہلے باضابطہ مصنف اور امام الائمہ علامہ ابوعبیدہ قاسم بن سلامؒ ۲۲۴ھ نے بیان کیا ہے (رسم المصحف :۵۳۲)

شیخ ابوعبداللہ محمد بن شریح اندلسی متوفی ۴۷۶ھ فرماتے ہیں:

(۱) لَابُدَّ مَن توافر ثلثة شروط اجمع عليها علماء هذا الفن... وأجمعوا على لزوم اتباع رسم المصاحف العثمانية فى الوقف ابدالا واثباتا وحذفًا ووصلًا وقطعًا (مقدمہ الکافی فی القراءت السبع)

(۲) واشار أبو عبيد إلى هذه الضوابط الثلاثة في كتابه "فضائل القرآن" بقوله: إنما نرىٰ القراء عرضوا على أهل المعرفة بها ثم تمسكوا بما علموا منها مخافة ان يرفعوا عن ما بين اللوحين بزيادة أو نقصان وبهذا تركوا سائر القراءات التى تخالف الكتاب ولم يلتفتوا إلى مذاهب العربية فيها إذا خالف ذٰلك خط المصحف وإن كان العربية فيه اظهر بياناً وراَوْا تتبع حروف المصاحف وحفظها عندهم كالسُّنَّةِ القَائِمَةِ التى لا يجوز لا حد ان يتعداها.

(۳) واكثر العلماء بعد أبي عبيد من ذكر هذه الاركان الثلاثة بعبارات متقاربة لا تختلف عما ذكره أبوعبيد فيما نقله عنه أبو بكر الانبارى (رسم:۵۳۳)

(۴) قال مكى: وأكثر اختياراتهم انما هو فى الحرف إذا اجتمع فيه ثلثة اشياء قوة وجهه فى عربية وموافقته للمصحف واجتماع العامة عليه ثم بين ان المقصود بالعامة هو ما اتفق عليه اهل المدينة واهل الكوفة وقيل ما اجتمع عليه أهل الحرمين.

(۵) واشار إلى هذه الاركان الثلاثة للقراءة أبو عمرو الدانیؒ ونقل ما قاله مكیؒ فى اركان القرأة الصحيحة كل من عَلَم الدين السخاوى، والزركشى، وابن حجر ثم جاء من انتهى إليه علم القراءة شمس الدين أبو الخير محمد ابن الجزرى متوفى ۸۳۳ھ وافاض في بيان أركان القراءة الصحيحة وقال: كل قراءة وافقت العربية ولو بوَجْهٍ ووافقت احد المصاحف العثمانية ولو احتمالا وصح سندها فهي القراءة الصحيحة التى لا يجوز رَدُّها (ص۵۳۴)

پھر یہ کہ رسمِ عثمانی بھی اعجازِ قرآن میں شامل ہے یعنی یہ بھی قرآنِ پاک کا ایک مستقل معجزہ ہے، صاحب ''خلاصۃ الرسوم'' امام کسائیؒ کا قول نقل کرتے ہیں: فى خط المصحف عجائبُ وغرائبُ تَحَيَّرَ فيها عقولُ العُقلاء وعَجَزَتْ عنها آراءُ الرجالِ البلغاءِ وكما انّ لفظَ القرآنِ معجِزٌ فكذلك رسمُه خارجٌ عن طوقِ البشر (نشر۱/۱۲) چونکہ قرآن مجید کے رسم الخط میں جو اسرار پوشیدہ ہیں، وہ قرآن مجید کے ساتھ مخصوص ہیں اور یہ رسم الخط قرآن کے سوا کسی کتاب سماوی میں پایا نہیں جاتا۔ اس رسم الخط کی شان شروع سورتوں کے حروفِ مقطعات کی سی ہے، اگر اس کو صحابۂ کرامؓ کی اصطلاح قرار دیا جائے تو قرآن مجید پر سے اعتماد ہی اٹھ جائے گا (العیاذ باللہ) قاری عبدالرحمٰن پانی پتیؒ شرح عقیلہ میں لکھتے ہیں: ان الكلامَ اللفظىَّ كما هو معجِزٌ وفيه آياتٌ محكمات ومتشابهات كذلك الرسمُ مُحْكَمٌ حيث يوافقُ المرسومُ الملفوظَ ومتشابه حيث يوافقه ولا يعلم توجيهَه وتاويلَه إلا الله ورسوله و ورثتُه (ص۱۴) پس قرآن اپنے اسلوبِ عربیت میں معجزہ ہے، اسی طرح رسم کے اعتبار سے بھی معجزہ ہے، لہٰذا رسمِ مصحف کا اتباع ضروری ہے، اس کے خلاف کرنا جائز نہیں۔

اسلاف میں سے بعض اہلِ علم کے بارے میں امام جزریؒ نے واقعہ نقل کیا ہے کہ وہ قرآن کریم کے لیے رسمِ عثمانی کو شرط نہیں مانتے تھے؛ لیکن آخر کار ان کو اپنے نظریہ سے رجوع کرنا پڑا اور اپنے

زمانہ کے امام فن کے سامنے توبہ اور استغفار کیا اور اپنے رجوع کا اعلان کیا اور رسم عثمانی کی شرطیت کا اظہار فرمایا۔

راقم الحروف کو کچھ مدت پہلے اپنے ملک کے ایک بڑے نامور اہلِ علم سے ملاقات اور بالمشافہ گفتگو کا اتفاق ہوا، موصوف کی گفتگو سے اندازہ ہوا کہ وہ رسمِ عثمانی کی مطابقت کو فی نفسہٖ شرط کے درجہ میں تسلیم نہیں کرتے؛ بلکہ بہ قول ان کے ''تسہیلاً للامۃ'' محض انتظامی طور پر اتفاق ہوگیا ہے اور وہی نقل در نقل چلا آرہا ہے۔

موصوف کا یہ خیال صحیح نہیں ہے؛ کیونکہ اختلافِ قرأت میں ''تسہیل للامۃ'' منصوص ہے نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے ایک سے زائد طریق سے پڑھنے کی اجازت طلب فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے مرحمت فرمائی، جیسا کہ ''سبعۃ احرف'' والی متواتر حدیث اور اِس نوع کی دیگر احادیث شاہد ہیں، اس کے برخلاف رسم میں آثار واعمالِ صحابہؓ سے تخصیص وتعیین منقول ہے۔ پس اگر رسمِ مصحف میں بھی تسہیل مقصود ہوتی تو عقلاً وفطرتاً لغتِ قریش پر حصر نہ ہوتا؛ بلکہ طرزِ قرأت میں توسع کی طرح طریقۂ کتابت میں بھی وسعت ہوتی؛ حالانکہ اہلِ علم وفن جانتے ہیں کہ طریقۂ کتابت میں تحدید کے نہ ہونے سے ہی مستقبل میں اختلافِ ضلالت کا خطرہ محسوس کیا جانے لگا تھا۔ اسی لیے حضرت عثمان غنیؓ نے رسمِ مصحف میں لغتِ قریش پر حصر کو ضروری قرار دیا اور اس کی دلیل کا تبین مصاحف سے آپؓ نے جو بیان فرمائی، وہ یہی ''فَاِنَّمَا نَزَلَ بِلِسَانِھِمْ'' تو ہے جس سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ کلمات قرآنیہ کا طرزِ خط نزولِ قرآن کے موافق ہے یعنی رسمِ عثمانی پر صحابہ وتابعین کا اجماع فقط انتظامی طور پر نہیں ہے؛ بلکہ لوحِ محفوظ میں مکتوب قرآن پاک کے ساتھ مطابقت کی وجہ سے من جانب اللہ ہے؛ لہٰذا رسمِ عثمانی کی مطابقت فی نفسہٖ شرط ہے۔ بہرحال علمائے امت اور ائمہ رسم وقراءات کی تصریحات کے مطابق مذکورہ بالا تینوں امور قرآنِ کریم کے لیے شرط ہیں، پس جس طرح ''قرأتِ ثابتہ'' کے خلاف پڑھنا جائز نہیں، اسی طرح رسمِ عثمانی کے خلاف لکھنا بھی جائز نہیں ہے۔ اگر صرف عربیت کے مطابق ہونا شرط ہوتا تو دنیا کے مشہور خطاط ابن مقلہ، ابن بواب اور یاقوت مستعصمی یا دیگر خطاط کے لکھے ہوئے مصاحف امت میں رائج ہوتے؛ لیکن وہ رسمِ عثمانی کے مطابق نہ ہونے کی وجہ سے امت میں مقبول ومتداول نہ ہوسکے۔

دوسرے رسم الخط میں قرآن لکھنے کی ممانعت

امام اشہبؒ فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ سے پوچھا گیا کہ کوئی شخص قرآن لکھوانا چاہتا ہے تو کیا

مصحف اس خط میں لکھ سکتے ہیں، جو لوگوں کے ایجاد کردہ اور رائج ہیں، امام مالکؒ نے فرمایا نہیں، قرآن تو بس پہلے رسم الخط (رسم عثمانی) میں ہی لکھا جائے گا۔ هلْ يُكْتَبُ المصحفُ علٰى مَا أحْدَثَهُ الناسُ مِنَ الْهِجاءِ فقال: لا اِلّا على الكَتبَةِ الأولٰى. (المقنع، ص:۹) امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ مصحف عثمانؓ کے خط (رسم الخط) کے مخالفت کرنا حرام ہے۔ (اتقان، ص:۲۱۳) علامہ ابوعمرو الدانی فرماتے ہیں کہ علمائے امت میں سے کوئی بھی اس کا مخالف نہیں ہے۔ (المقنع، ص:۹) صاحب کشاف علامہ زمخشریؒ لکھتے ہیں: وكان اتباعُ خطِ المصحفِ سنةً لا تخالف (مفتاح السعادہ:۱/۹۴) مصحفِ عثمانی کے خط کا اتباع کرنا ایسا دستور ہے، جس کی مخالفت نہیں کی جاسکتی ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ امام بیہقی سے نقل کرتے ہیں مَنْ يكتبُ مصحفًا فينبغي أن يُحافِظَ على الهجاءِ الذي كتبوا به تلكَ المصاحفَ ولا يخالِفُهم فيه ولا يُغَيِّرُ مما كتبوه شيئًا فإنهم كانوا أكثرَ عِلْمًا وأصدقَ قَلْبًا ولسانًا وأعظمَ أمانةً فلا ينبغي أن نَّظُنَّ بأنفسنا استدراكا عليهم. (اتقان عن البیہقی فی شعب الایمان) یعنی جو شخص مصحف شریف لکھنا چاہتا ہے تو چاہیے کہ اس رسم الخط کی پابندی کرے جس سے صحابۂ کرامؓ نے مصاحف عثمانیہ لکھے ہیں، ان کی مخالفت نہ کرے اور نہ ان کی لکھی ہوئی کسی چیز میں کوئی ادنیٰ تغیر کرے؛ اس لیے کہ وہ حضرات پوری امت میں سب سے زیادہ علم والے اور قلب وزبان کے اعتبار سے سب سے زیادہ سچے اور سب سے زیادہ امانت دار تھے، پس خوش فہمی میں مبتلا ہوکر ان پر استدراک کرنا ہمارے لیے جائز نہیں ہے۔ قال احمد بن حنبلؒ يَحْرُمُ مخالفةُ خطِ مصحفٍ عثماني في "واو" أو "ياء" أو "الف" أو غير ذلك. (مفتاح السعادة: ۲/۳۳۶)۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں: خط مصحفِ عثمان کی مخالفت کرنا واو یا یاء یا الف وغیرہ میں حرام ہے؛ بلکہ علامہ برہان الدین ابراہیم بن عمر جعبری متوفی ۷۳۲ھ لکھتے ہیں رسم المصحف توقيفيٌّ هو مذهبُ الأربعة یعنی قرآن کریم کا یہ رسم الخط توقیفی اور سماعی ہے، یہی ائمہ اربعہ کا مذہب ہے۔ (شرح العقیلہ) محدث وقاری عبدالرحمٰن پانی پتیؒ اپنے رسالہ ''تحفۂ نذریہ'' میں لکھتے ہیں: اعلم ان رعايةَ رسمِ الخط العثمانى واجبٌ والكتابة بخلافه إثْم ولهذا وَجَبَ على كُتَّابِ المصاحف ان يتعلموا رسمَ الخط العثمانى وإلّافإنْ غَلَطُوا وخَالَفُوه فيستحقون العذابَ (افضل الدرر۳)

علامہ ظفر احمد تھانویؒ لکھتے ہیں جب عربی زبان میں دوسرے رسم الخط میں قرآن کا لکھنا جائز نہیں ہے؛ جب کہ اس میں وہ سارے حروف موجود ہیں جو خطِ عثمانی میں موجود ہیں تو پھر اس کے

علاوہ دوسری زبان میں جس میں تمام حروف کی مکمل رعایت ہو ہی نہیں سکتی ہے، لکھنا کب جائز ہوگا (امداد الاحکام ۴/۴۴)

فقیہ الامت مفتی اعظم ہند و دار العلوم دیوبند حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ لکھتے ہیں:

......عباراتِ منقولہ سے معلوم ہوا کہ مصحف عثمانی کے رسم الخط کی رعایت ومتابعت لازم وضروری ہے اور اس کے خلاف لکھنا اگرچہ وہ عربی رسم الخط میں ہی کیوں نہ ہو ناجائز اور حرام ہے اور اس مسئلہ پر ائمۂ اربعہ کا اتفاق ہے؛ بلکہ علمائے امت میں سے کسی کا اختلاف نہیں ہے تو یہ اجماعی مسئلہ ہوا پھر غیرعربی (بنگلہ، ہندی، گجراتی) وغیرہ رسم الخط یعنی (لیپی) میں لکھنا کیسے جائز ہوسکتا ہے؟ اس میں تو جواز کا کوئی احتمال ہی نہیں، بعض حروف عربی کے ساتھ مخصوص ہیں، جیسے: طاء، حاء، ضاد، ظاء، وغیرہ۔ یہ حروف دوسری زبان میں استعمال ہی نہیں ہوتے، ان کے لیے ان زبانوں میں نہ صوت ہے نہ شکل وصورت ہے تو لامحالہ ان کی جگہ دوسرے حروف لکھے جائیں گے اور یہ عملاً تحریف وتغییر ہے جو کہ حرام ہے؛ البتہ اگر متنِ قرآن کریم تو عربی اصل رسمِ خط میں ہو اور اس کا ترجمہ وتفسیر دوسری زبان میں تو شرعاً مضائقہ نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱/۴۶)

مذکورہ تحقیق اور فتاویٰ سے بہ خوبی واضح ہوگیا کہ قرآن مجید کو خواہ چھوٹی سورت ہی کیوں نہ ہو، غیرعربی (لیپی) میں لکھنا جائز نہیں ہے؛ لہٰذا قرآن کے عربی نظم (عبارت) کے بغیر محض گجراتی، ہندی یا بنگالی وغیرہ رسم الخط میں قرآنِ پاک کا لکھنا خواہ بعض حروف کے دائیں، بائیں یا اوپر، نیچے کچھ علامتیں مقرر کر کے عربی حروف سے مطابق کرنے کی سعی کی گئی ہو پھر بھی ایک طرح کی آواز والے حروف میں جو امتیاز عربی میں ہے، وہ غیرعربی میں ممکن نہیں نیز غیرعربی میں رسمِ عثمانی کی رعایت بھی ہرگز نہ ہوسکے گی؛ اس لیے خالص غیرعربی میں قرآن شائع کرنا جائز نہیں ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ نابینا کے حفظ کے لیے جو نصاب (بریل کوڈ) تیار کیا گیا ہے، وہ حفظ کے لیے ''تلقن'' کا ایک ذریعہ تو ہے، جس کی وجہ نابینا شخص دوسرے حافظ کا محتاج نہیں رہتا؛ مگر اسے مصحف یعنی قرآن مجید ہرگز نہیں کہا جائے گا۔

❁ ❁ ❁